© rasailojaraid.com

مولانا آزاد اور مولانا ملیح آبادی

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی تاریخ پیدائش کا علم نہیں، لیکن ۱۹۵۹ء میں انتقال کے وقت ان کی عمر چونسٹھ برس کی تھی اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے ہوں گے ان کے والد عبدالحمید خان ملیح آباد کے ایک خوش حال پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت اور دین دار شخص تھے۔ مولانا ملیح آبادی گیارہ بہن بھائی تھے۔

مولانا ملیح آبادی کا مولد و منشاء طفولیت اودھ میں ضلع لکھنؤ کا مشہور قصبہ ملیح آباد تھا ان کی ابتدائی تعلیم ملیح آباد میں ہوئی۔ پندرہ سولہ برس کے ہوئے تو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں انھیں داخل کرادیا گیا۔ ۱۹۱۲ء میں ندوہ کا سالانہ اجلاس دھوم دھام سے ہوا تھا۔ اجلاس کی صدارت کے لیے مصر سے علامہ رشید رضا کو دعوت دی گئی تھی۔ ان کا تشریف لانا مولانا ملیح آبادی کے لیے سفر مصر کی تحریک بن گیا۔ ۱۹۱۳ء میں وہ مصر چلے گئے اور حضرت علامہ کے مدرسہ دارالدعوۃ والارشاد قاہرہ میں داخل ہوگئے ۱۹۱۴ء کے موسم گرما کی تعطیلات میں انھوں نے ترکی کا سفر کیا اور قسطنطنیہ کے مشہور انقلابی رسالے "جہانِ اسلام" کے حصہ اردو کو ایڈیٹ کیا اور انگریزوں کے خلاف کئی سخت مضمون لکھے۔ جہانِ اسلام ہندوستان بھی آتا تھا لیکن ان کے ایک ایسے مضمون کی وجہ سے ہندوستان میں اس کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ مولانا ملیح آبادی ابھی قسطنطنیہ ہی میں تھے کہ جنگ عظیم اول کا اعلان ہوگیا۔ مولانا بہ دقت تمام قاہرہ واپس پہنچے اور پورے انہماک کے ساتھ تعلیم میں مصروف ہوگئے ۱۹۱۷ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ حجاز کا سفر کیا۔ فریضہ حج ادا کیا اور ۱۹۱۸ء میں ہندوستان لوٹ آئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزوں کے خلاف نفرت اور انقلابی فکر کے جو جراثیم وہ ہندوستان سے لے کر گئے تھے قاہرہ کے زمانۂ تعلیم میں وہ ان کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہے۔ قاہرہ کی زندگی کے بعض حوادث دارالدعوۃ والارشاد کے بعض واقعات، انجمن خدام کعبہ کی شاخ کے قیام، قسطنطنیہ کے سفر اور جہانِ اسلام میں مضمون نگاری اور اس کی ادارت، پھر وطن واپسی سے قبل حجاز میں بعض حوادث کا ظہور وغیرہ، ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ہندوستان پہنچنے سے پہلے سی آئی ڈی کو ان کی کارگزاریوں کی اطلاع پہنچ چکی تھی اور ان کی نگرانی کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ چوں کہ نہ صرف ان کی نظر بندی و گرفتاری کا خطرہ تھا بلکہ ان کے خاندان والوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس لیے انھیں دارالعلوم ندوۃ میں دوبارہ داخل کرا دیا گیا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ندوہ سے فراغت سے پہلے قاہرہ چلے گئے تھے۔ قاہرہ میں حدیث کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور تکمیل کے لیے حدیث کی تحصیل ضروری تھی۔

اگرچہ انھیں صرف تعلیم پر توجہ دینے کی ہدایت کر دی گئی تھی، لیکن ان کی انقلابی طبیعت کے لیے کوئی روک نہ تھی انگریزوں کے خلاف ان کی نفرت اور انقلابی افکار مشک کی خوشبو کی طرح پھیل رہے تھے۔ علی برادران کے لکھنؤ سے گزرتے ہوئے، ان سے ملاقات، مولانا حسرت موہانی سے تعلقات فرنگی محل کے بعض بزرگوں اور ملک کے بعض سیاسی رہنماؤں سے روابط نے انھیں حکومت کی نظر میں ایک ناپسندیدہ شخصیت بنا دیا تھا۔ لیکن اب جب کہ جنگ عظیم اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی اور سیاسی نظر بندوں اور قیدیوں کی رہائی کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ ایک نئی گرفتاری کا امکان برائے نام تھا اور واقعی اس گرفتاری سے وہ بچ گئے۔

۱۹۱۸ء کے آخر میں تمام سیاسی نظر بند رہا کر دیے گئے۔ دسمبر کے آخری ہفتے میں کانگریس، مسلم لیگ خلافت کمیٹی کے سالانہ اجلاس امرتسر میں تھے۔ جمعیت علمائے ہند کا قیام اسی موقع پر عمل میں آیا تھا اس تاریخ سے ہندوستان کی جنگ آزادی کا ایک نیا دور شروع ہوا مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اس دور کے ایک مشہور سیاسی کارکن تھے اور بعد کے واقعات اور حوادث نے تو انھیں کل ہند سطح پر نمایاں کر دیا۔ اس دور میں ان کی زندگی کا ایک اہم واقعہ مولانا ابوالکلام آزاد سے ان کا تعلق تھا چوں کہ مولانا آزاد سے ان کا تعلق اس مضمون کا خاص موضوع ہے اس لیے ان کی زندگی کے عام واقعات پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۸ء کے آغاز تک مولانا ملیح آبادی مولانا آزاد کے ساتھ رہے ۱۹۲۸ء میں انھوں نے مولانا آزاد سے الگ اور خود مختار زندگی کا آغاز کیا۔ اس دور میں انھوں نے ہفت وار ہند، روزانہ ہند اجالا، آزاد ہند، اخبارات و رسائل جاری کیے اپنا پریس قائم کیا اور ایک کامیاب صحافی کی حیثیت سے مطلعِ ہند پر نمایاں ہوئے۔ مولانا نیاز فتح پوری کے بہ قول "مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ہندوستان کے ان چند صحافیوں میں سے تھے جنھوں نے صحیح معنوں میں صحافت کے وقار کو قائم کیا اور اس عزم و استقامت کے ساتھ کہ مشکل ہی سے اس کی کوئی دوسری نظیر مل سکتی ہے" (آزاد ہند، کلکتہ، ملیح آبادی نمبر ص ۱۳۷) کئی عربی اخبارات کے نمائندے کی حیثیت سے کام کیا۔ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم کے متعدد رسائل اور نہج البلاغہ وغیرہ کا ترجمہ کیا۔ انھوں نے افسانے اور ڈرامے لکھے، مزاحیہ و فکاہی کالم لکھے اور سنجیدہ علمی ادبی، تاریخی، مذہبی، سیاسی مضمون نگاری بھی کی۔ ان کے تراجم و تصنیفات میں ترکی اور یورپ، رسالہ استبداد، رحلت مصطفیٰ، محمد صلعم، فتوح الشام، صراط مستقیم، وحی محمدی، شہید کربلا، شہادت حسین، حسین و یزید، رحلت غلفائے راشدین، بیان القرآن، العلم و العلماء، ترجمہ نہج البلاغہ، مہرایائے حبیبؐ، گمراہ صوفی، کرامات، منتخب افسانے، آپ بیتی، کمال اتاترک، راسپوٹین، سلطانی محلوں کے راز، ترکی افسانے، سیف بن ذی یزن، محبت، بلقازار، ابن معراج، سلاطین کی داستان محبت، باپ کا قاتل، انسانیت موت کے دروازے پر، بہت مشہور ہیں۔ آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی، مولانا آزاد کے بیان کردہ ابتدائی زندگی کے واقعات پر مشتمل ہے جو مولانا علی پور جیل (کلکتہ) میں قید کے زمانے میں مولانا ملیح آبادی کو لکھوائے تھے۔ ذکرِ آزاد، مولانا کی خدمت میں ملیح آبادی کے اڑتیس برس کے شب و روز کی داستان ہے۔

مولانا ملیح آبادی کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ ہندوستان میں چند بہترین عربی لکھنے والوں میں سے تھے۔ عربی کے بہترین انشاء پرداز ہونے کے ساتھ وہ اردو کے بھی بے مثل ادیب تھے۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ان میں بہترین قابلیت تھی اور متعدد کتب و رسائل کے ترجمے اردو اور عربی میں ان کے اس کمال کی یادگار ہیں۔

انھوں نے طبیعت بھی نہایت شگفتہ اور باغ و بہار پائی تھی۔ وہ فکاہی اور مزاحیہ مضامین بھی خوب لکھتے تھے۔ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیات پر ان کی متعدد نہایت دل چسپ و فکر انگیز تالیفات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں نہایت سنجیدہ علمی تاریخی مضمون نگاری کے ساتھ طنز و مزاح اور افسانہ نگاری میں بھی اُن کا قلم خوب رواں تھا۔ انھوں نے عربی اور ترکی سے افسانوں اور افسانہ نما واقعات کے ترجمے کیے جو بہت مقبول ہوئے۔

مولانا ملیح آبادی بہت زندہ دل اور یار باش شخص تھے۔ لوگوں کو بنانا اور دوستوں کو چھیڑنا ان کا دل پسند مشغلہ تھا۔ ان کے دلچسپ مذاقوں نے جیل کی زندگی اور اس کے شب و روز کو بھی پر لطف بنا دیا تھا۔ وہ دوستوں کے دوست، ان کے غم خوار و جاں نثار تھے۔ سنجیدہ علمی مخالفت کو وہ بڑے دل گردے سے برداشت کرتے تھے اور پیشانی پر بل نہ لاتے تھے لیکن مخالفین کے معاملے میں ان کا رویہ مولانا آزاد کے مسلک سے بالکل الگ اور ٹھیک ٹھیک وہی ہوتا تھا جو ایک پٹھان کا ہونا چاہیئے تھا۔ مولانا آزاد سے زیادہ محبت انھوں نے دنیا میں شاید کسی سے نہیں کی۔ مولانا کے انتقال کے بعد انھوں نے زندگی سے ہاتھ اٹھا لیے اور جینے سے انکار کر دیا لیکن اس محبت کے باوجود ان میں اتنی اخلاقی جرأت بھی تھی کہ اگر وہ ان کی کسی بات سے متفق نہ ہوں تو برملا اپنے اختلاف کا اظہار بھی کر دیں۔ ان میں حق کے قبول اور تسلیم و رضا کی صلاحیت کمال درجے کی تھی۔ وہ ذوقِ سلیم اور سعادتِ الٰہی سے بہرہ ور تھے، کھلے ہاتھ کے مالک، طبیعت کے غنی اور دل کے فیاض تھے۔ روپے پیسے کی محبت کے لیے ان کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔ حالات خواہ کتنے ہی سنگین ہوں خوف اور مایوسی کی کوئی پرچھائیں ان کے قلب پر اثر انداز نہ ہو سکتی تھی۔ ان کی سیرت میں بہترین انسانی خصائص اور فضائل جمع ہو گئے تھے۔ وہ قرآنی سیرت کا ایک نادر نمونہ تھے۔

مولانا آزاد کو مولانا ملیح آبادی نے پہلی بار اپریل ۱۹۱۲ء میں دیکھا تھا۔ ملیح آبادی اس زمانے میں ندوہ میں زیرِ تعلیم تھے اور مولانا آزاد سالانہ اجلاس ندوہ میں شرکت کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر ندوہ کے طلبا نے غریب طلبہ کی مدد کے لیے چائے کی دکان ایک تنبو میں کھولی تھی۔ اس دکان میں "بوائے" کی حیثیت سے ملیح آبادی کی ڈیوٹی تھی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وہ ڈیوٹی پر تھے۔ اتفاق سے مولانا آزاد چائے پینے کے لیے آئے۔ ملیح آبادی نے چائے کا ٹرے ان کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ مولانا نے چائے پی اور ایک روپیہ ٹرے میں رکھ کر اٹھ کھڑے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے۔ ملیح آبادی نے مولانا کو روک لیا اور کہا ٹھہریے! باقی ریز گاری لے کر آتا ہوں ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ مولانا عجیب انداز سے مسکرائے اور کچھ کہے بغیر چلے گئے۔

اسی سال جولائی میں ہندوستان کے مطلع صحافت پر الہلال نمودار ہوا۔ اردو صحافت میں کسی نے کاہے کو اس سج دھج کا رسالہ دیکھا ہوگا۔ اس کا کیا ظاہر اور کیا باطن، ہر اعتبار سے انوکھی چیز تھی۔ حکومت کے ایوان سے لے کر ملک کے علمی، ادبی، مذہبی، سیاسی ہر طبقۂ علم و فکر میں دھوم مچ گئی۔ ندوہ کے حلقے میں تو مولانا آزاد اساتذہ و طلباء کے لیے ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ ۶-۱۹۰۵ء میں تقریباً چھ ماہ انھوں نے ندوہ میں مستقل قیام کیا تھا۔ بعد میں بھی ان کا آنا جانا رہا۔ اسی سال چند ماہ قبل جب وہ اپریل میں ندوہ کے سالانہ اجلاس میں آئے تھے تو علامہ رشید رضا مصری کے خطبے کے فی البدیہہ تقریری ترجمے نے ان کی قابلیت اور طلاقت لسانی کی دھوم مچا دی تھی۔ اب ان کا الہلال نکلا تو ہر شخص نے نہایت شوق اور گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ مولانا ملیح آبادی ان حالات سے کیسے متاثر نہ ہوتے۔ والد سے اصرار کر کے الہلال اپنے نام جاری کروالیا۔ اسے خود بھی پڑھتے تھے اور جب چھٹیوں میں گھر جاتے تو والد کو بھی سناتے تھے یہ مولانا آزاد سے ان کی پہلی علمی واقفیت تھی۔

اس کے بعد مولانا ملیح آبادی قاہرہ چلے گئے اور ۱۹۱۸ء میں واپس آئے۔ اس وقت الہلال کو اور اس کے بعد البلاغ کو نکل کر بند ہوئے بھی تقریباً دو برس ہو چکے تھے اور مولانا آزاد رانچی میں نظر بند تھے۔ اس زمانے میں مولانا سے ملیح آبادی کے کسی ربط کا پتا نہیں چلتا تھا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ مولانا کے حالات سے ناواقف نہ ہوں گے۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کی آخری تاریخوں میں مولانا آزاد کو رانچی کی نظر بندی سے رہائی ملی اور فوراً خلافت اور ترکِ موالات کی تحریکات کے نذر ہو گئے۔ فروری ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں صوبائی خلافت کانفرنس مولانا آزاد کی صدارت میں تھی۔ مولانا ملیح آبادی بھی اس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تھے اس موقع پر مولانا سے نہ صرف دید وادید ہوئی بلکہ ملک کی آزادی کے حصول کے لیے طریقۂ کار اور سعی و عمل کے لیے بات چیت بھی ہوئی۔ مولانا ملیح آبادی مولانا آزاد سے متاثر تو پہلے سے تھے۔ اس گفتگو اور تبادلۂ خیالات سے پتا چلا کہ مولانا ملیح آبادی بھی ٹھیک اسی طرح سوچ رہے تھے۔ جس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا نے نظامِ عمل ترتیب دیا تھا۔

مولانا آزاد کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ مسلمانوں کو ان کی حیاتِ جاہلی و غیر اسلامی سے نکالنا اور ایک نظامِ شرعی کے تحت ان کی زندگی میں ضبط و اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اس کے لیے مولانا کے سامنے جو نظامِ عمل تھا اس کے دو درجے تھے۔

اولاً: مسلمان ایک نظامِ شرعی کے تحت متحد و مجتمع ہو جائیں اور معاشرتی، تہذیبی، تعلیمی مسائل کے حل کے لیے اپنے ہر طرح کے وسائل کو استعمال میں لائیں۔ زکوٰۃ کا نظام قائم کر کے اپنی معاشی زندگی کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر لیں۔ اپنے اندر اصلاح و ارشاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نظام قائم کر کے اپنی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کو ان مفاسد سے بچائیں جن کے لیے انھیں وقت کی عدالتوں میں رسوا ہونا پڑتا ہے۔ مولانا چاہتے تھے کہ وہ اپنا ایک الگ نظامِ عدل قائم کر لیں اور آپس کے چھوٹے موٹے جھگڑوں اور اختلافوں کو خود نمٹا لیا کریں۔

ثانیاً: ملک کی آزادی کی تحریک میں حصہ لیں اور وقت کی انقلابی اور جمہوری طاقتوں کے ساتھ مل کر استعمار کے خلاف اپنی تمام قوتوں کو کام میں لائیں۔ مولانا کے نزدیک ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ صرف ایک ملک کی آزادی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ پورے ایشیا کی آزادی خصوصاً اسلامی ملکوں کی آزادی کا مسئلہ تھا۔ ہندوستان کی آزادی کے بغیر وہ سر رشتہ فکر و انقلاب ہاتھ میں نہیں آسکتا تھا جس سے مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک کی آزادی کی تحریک کو آگے بڑھایا جا سکے چنانچہ یہ فکر حقیقت بن چکا ہے کہ ہندوستان میں جوں جوں تحریک آزادی آگے بڑھی اسلامی ممالک پر استعمار کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی اور ہندوستان کے قریبی کئی اسلامی ممالک تو ہندوستان کی آزادی سے پہلے ہی اپنی آزادی کی جنگ جیت چکے تھے اور بقیہ ممالک نے آزادی کے چند سال بعد آزادی کی منزل حاصل کر لی۔

مولانا آزاد کا ایک اور پختہ خیال تھا کہ ہندوستان میں ہندو مسلم مسئلے کی پیچیدگی سے انکار نہیں لیکن ملک کی آزادی، قومی حکومت کے قیام، جمہوریت کے فروغ اور قومی ترقی کے لیے نیز مسلمانوں کے بہترین اجتماعی، ملی اور قومی اور دینی مقاصد کا تقاضا ہے کہ اس مسئلے کی تمام پیچیدگیاں دور کی جائیں، ہندو مسلم اتحاد عمل میں آئے، فرقہ وارانہ کشیدگی سے ملک کو پاک کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے محبت اور رواداری پر مبنی ایک سماجی زندگی کا نقش ابھارا جائے اس راہ میں خواہ کتنی ہی مشکلیں اور رکاوٹیں ہوں لیکن مقصد کو ترک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور حالات خواہ کتنے ہی سنگین ہوں فرقہ وارانہ نقطۂ نظر کا جواز نہیں بن سکتے۔

مولاناؒ کے اس پورے نظام فکر کو ہم چند جملوں میں اس طرح بھی بیان کرسکتے ہیں:

۱۔ مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی اصلاح اور نظم واجتماع کا قیام۔

۲۔ استعماری طاقت کے خلاف ملک کی انقلابی جمہوری قوتوں سے اتحاد اور ملک کی آزادی کا حصول۔

مولانا ملیح آبادی مولانا آزاد کے اس پروگرام سے متفق تھے انھوں نے مولانا کے مشورے کے مطابق لکھنو کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا اور یوپی میں کام کا آغاز کردیا۔ سندھ، پنجاب، سرحد اور بنگال و بہار میں وہ اس سے پہلے تحریک کو آگے بڑھانے کا انتظام کرچکے تھے

ایک طرف تو مولانا آزاد کی یہ تحریک جاری تھی دوسری جانب اس وقت ملک ایک ایسے سنگین اور نہایت پرآشوب دور سے گزر رہا تھا۔ غیر ملکی استعماری قوتیں اور ان کی معاون ملی قوتیں مولانا کے اس پروگرام کو شکست دینے کے لیے سرگرم عمل تھیں، ورنہ صرف ہندو مسلم منافرت کو بلکہ مسلمانوں میں فکری و نظری مسائل زیر بحث گروہی اختلافات کو ہوا دی جارہی تھی۔ تحریک خلافت اور ترکِ موالات کے مسائل نے ملک کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلی تھی اور گویا کہ اس ایک معرکے پر ملک کی آزادی، خلافتِ اسلامیۂ ترکیہ کی بقا، حدود سلطنت کی سلامتی، اسلامی ممالک کی آزادی اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کا دارو مدار تھا۔ مولانا آزاد کو بھی اس طرف متوجہ ہوجانا پڑا، انھوں نے مولانا ملیح آبادی کو کلکتہ بلایا اور ترکِ موالات کے نتیجے میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے جو طلبہ نکلے تھے ان کی تعلیم کے لیے فوری بندوبست اور مدرسۂ اسلامیہ کے انتظام کی باگ ڈور ان کے حوالے کردی۔

مدرسہ کے کاموں کی نگرانی اور انجام دہی کے ساتھ تحریک کے مقاصد کے دوسرے پہلوؤں سے بھی وہ غافل نہیں رہے ستمبر ۱۹۲۱ء میں پیغام کا اجراء بھی اسی مقصد سے تھا کہ خلافت کی تحریک کو علمی اور فکری بنیاد پر بھی آگے بڑھایا جائے اور تحریک کے پروپیگنڈے (مقصد کی خارجی تبلیغ) کے ساتھ تحریک کے کارکنوں کی ذہنی اور فکری تعلیم وتربیت (مقصد کی داخلی تبلیغ اور جماعتی اصلاح) کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سر و سامان بھی کیا جائے۔ پیغام کے کاموں میں مولانا ملیح آبادی کو اگرچہ مولانا عبدالرحمٰن نگرامی کا تعاون حاصل تھا لیکن وہ مولانا آزاد کے زیرِ ہدایت تنہا اس کام کے ذمہ دار تھے۔ اگر مولانا ملیح آبادی اس سے قبل البیان (عربی) لکھنؤ ایڈیٹ کر چکے تھے لیکن ایک ہفتہ روزہ اردو اخبار (پیغام) کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس زمانے میں چونکہ مولانا آزاد کے ساتھ ان کا رہنا سہنا تھا اس لیے انھیں اس کام میں کوئی خاص مشکلات پیش نہیں آئیں اور اس تجربے کے بعد مولانا کو ان کے ذوق اور قلم پر اعتماد پیدا ہو گیا۔ پیغام کو نکلے ہوئے ابھی دو ماہ ہوئے تھے کہ پرنس آف ویلز کی ہندوستان آمد کی خبر اور انقلابی و جمہوری قوتوں کے بائیکاٹ کے فیصلے نے پورے ملک کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کلکتہ میں مولانا ملیح آبادی کا وجود اس تحریک کے کارکنوں میں بڑی اہمیت رکھتا تھا اور پیغام اس تحریک کا ترجمان تھا۔ حکومت کے لیے یہ مسئلہ اس کے وقار کا مسئلہ تھا اس نے نومبر ۱۹۲۱ء میں مولانا ملیح آبادی کو گرفتار کر کے دو سال کے لیے جیل بھیج دیا۔ ار دسمبر کو مولانا آزاد بھی گرفتار کر لیے گئے۔ گذشتہ دو سال سے ملک کی آزاد فضا میں مولانا آزاد اور مولانا ملیح آبادی کا ساتھ تھا اب آئندہ ایک سال تک کے لیے جیل میں دونوں کی یکجائی کا انتظام ہو گیا تھا۔ ایک سال اس لیے کہ مولانا آزاد کو ایک ہی سال کی سزا کا حکم سنایا گیا تھا۔

نومبر ۱۹۲۱ء کے نصف آخر میں مولانا ملیح آبادی نے مولانا آزاد کے ساتھ لاہور کا سفر کیا تھا۔ جہاں جمعیت علمائے ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس مولانا آزاد کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ اجلاس میں مولانا کا خطبہ صدارت تحریری مولانا ملیح آبادی نے پڑھ کر سنایا تھا۔ اجلاس کے بعد مولانا ملیح آبادی تو سیدھے کلکتہ واپس چلے گئے۔ مولانا آزاد کو کراچی و بمبئی کا سفر درپیش تھا مولانا اس سفر سے فارغ ہو کر کلکتہ پہنچے تو مولانا ملیح آبادی کی جگہ ان کی گرفتاری کی خبر نے استقبال کیا۔ ملیح آبادی کی گرفتاری پر مولانا نے جو مضمون لکھا اور پیغام میں شائع ہوا یہ ملیح آبادی کے حسنِ عمل کو مولانا کا خراج تحسین بھی ہے اور ان کے قلب کی محبت کا بہت بڑا ثبوت بھی۔ یہ مولانا آزاد کا ایک نادر مضمون ہے اور اس سے ملیح آبادی کی زندگی اور ان کے خاندان کی خدمت ملی کے بعض خصائص پر روشنی پڑتی ہے اس لیے اس باب میں اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایڈیٹر پیغام کی گرفتاری

لمثل ھذا، فلیعمل العاملون!

کل چار بجے جب میں بمبئی میل سے کلکتہ پہنچا اور متوقع تھا کہ حسب معمول اسٹیشن پر مولوی عبدالرزاق صاحب سے ملاقات ہوگی تو ان کی جگہ ان کی گرفتاری نے میرا استقبال کیا۔ وہ اگر اسٹیشن پر ملتے تو میرے دل میں ان کی محبت بڑھتی جو گزشتہ دو سال سے برابر بڑھتی رہی ہے، مگر وہ نہ ملے اور جیل خانے چلے گئے۔ اس طرح انھوں نے صرف اپنی محبت ہی نہیں بلکہ اپنی عزت کے لیے بھی میرے دل سے تقاضا کیا اب میں ان سے صرف محبت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کی عزت بھی کرتا ہوں۔

ان کی گرفتاری کے لیے کوئی وارنٹ نہیں جاری کیا گیا ان سے کہا گیا کہ پولیس کمشنر نے بلایا ہے۔ جب وہاں گئے تو گرفتار کر لیے گئے اور دو گھنٹے کے بعد میرے مکان پر ٹیلیفون سے اطلاع دی گئی کہ ان کے لیے کھانا بھیج دیا جائے گرفتاری کی کوئی معین بنا ابھی ظاہر نہیں کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے پچھلے دنوں کلکتہ میں کوئی تقریر کی تھی اور اسی کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے ۶ دسمبر کو مقدمہ پیش ہوگا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب کا وطن ملیح آبادی (لکھنو) ہے ابتدائی تعلیم دارالعلوم ندوہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد قاہرہ (مصر) چلے گئے اور مدرسہ دعوۃ وارشاد میں داخل ہوگئے جسے شیخ رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار نے جاری کیا تھا تقریباً تین سال تک وہاں علوم ادبیہ اور تفسیر قرآن وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے اور خود وہاں کے مصری طلبہ پر اپنے ذوق علم اور طلب صادق سے بدرجہا فوقیت لے گئے مصر سے قسطنطنیہ گئے اور وہاں بھی کچھ مدت تک رہے پھر ۱۹۱۸ء میں ہندوستان واپس آئے اور اُس وقت سے اب تک برابر علمی و قومی خدمات میں مشغول رہے ہیں نہ صرف وہ خود بلکہ ان کا پورا خاندان اپنے جوش ایمانی اور حب اسلامی کے اعتبار سے اخلاص وعمل کا ایک قابل عزت گھرانا ہے ان کے والد اور تینوں بھائی ہمیشہ راہ حق وعمل میں سرگرم رہتے ہیں! ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کے بڑے بھائی ملیح آباد میں اس لیے گرفتار کر لیے گئے تھے کہ انھوں نے مقاصد خلافت کی تبلیغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے ایک اعلان شائع کیا تھا، اور اصل سبب یہ تھا کہ وہ "کسان سبھا" اور خلافت کمیٹی کے قیام کے لیے بے باکانہ کوششیں کرتے تھے وہ عرصے تک قید خانے کی سخت مشقتیں برداشت کرتے رہے اور حال میں رہا ہوئے ہیں۔

دو سال ہوئے جب یہ مجھ سے ملے اور میں نے ان میں بہترین قابلیتِ علم و عمل نمایاں پائی
وی عبدالرزاق ملک کے ان مخصوص اہلِ علم نوجوانوں میں ہیں جن کی غیر معمولی قابلیتوں سے بہترین امیدیں وابستہ
ان پر ملتے کی جاسکتی ہیں۔ انھوں نے خدمتِ حق و دعوت کی راہ میں مجھ سے جو رشتہ رفاقت و اخوت جوڑا
، اور جیل تھا وہ روز بروز قوی ہوتا گیا اور ایک سچے رفیق اور بھائی کی طرح ان کی صداقت میرے دل کو جذب
یرے دل کرتی رہی پچھلے دنوں جب مدرسہ جامع مسجد عربی کا افتتاح ہوا تو میں نے انھیں کلکتہ بلالیا اور ان
ہی کی محنت و سعی سے مدرسہ قائم ہوا۔ یہ مشغولیت ان کے لیے کم نہ تھی، لیکن ان کا ولولۂ خدمت
ہے۔ زیادہ وسیع میدان ڈھونڈھتا تھا۔ بالآخر پیغام جاری ہوا، اور اس کی ترتیب و اشاعت کا تمام بار
ی گئی کہ انھوں نے اپنے سر لیا یہ کہنا ضروری نہیں کہ اس بار کے وہ اہل تھے اور نہایت مستعدی اور قابلیت
انھوں نے سے تن تنہا اس کی ایڈیٹری کرتے رہے۔ قارئین پیغام میں کوئی شخص نہ ہوگا جو ان کی تحریروں کو
ر دسمبر کو دلچسپی و شوق کے ساتھ نہ پڑھتا ہوگا۔

اب وہ گرفتار ہوگئے ہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی حسن نیت اور حسن عمل کو قبول کر لیا اس
ہ میں حاصل بارے میں انسانی قلب کی درماندگیوں کا کچھ عجیب حال ہے۔ میں اگر کہوں کہ میرے دل پر کوئی صدمہ
شدید عنا نہیں، تو یقیناً میں اپنے قدرتی جذبات کے لیے پردہ پوش ہوں گا۔ میں اپنے دل کو راز بنانا پسند
یرہ کی تحصیل نہیں کرتا۔ میرے دل کو ایسے موقعوں پر غم ہوا ہے۔ میں نے برادر عزیز محمد علی و شوکت علی کی گرفتاری
توقیت کی جب خبر سنی اور جب کراچی آیا ان سے ملا تو میں اپنے دل کو صدمہ سے نہ بچا سکا اور نہ میری آنکھیں
ن واپس آنسوؤں کو روک سکیں یقیناً اس وقت بھی میرا دل غم کرنا چاہتا ہے لیکن الحمدللہ کہ دل کے جذبہ
تو دبلکہ پر دماغ کا ایمانی یقین و اعتقاد غالب ہے اور کشمکش ہوتی ہے لیکن بالآخر غلبہ اعتقاد ہی کو
عزت ملتا ہے جذبات نابود نہیں ہوسکتے مگر مغلوب ہو جاسکتے ہیں میں خوش ہوں اور سچے دل سے اپنے
وصہ ہوالکاعزیز و رفیق کو مبارک باد دیتا ہوں وہ بے گناہ ہیں اور ان کی گرفتاری ان کے لیے ایک پاک عبادت
کی تبلیغ ہے انھوں نے جس سچی و بے تکلف بہت و بشاشت کے ساتھ اپنی گرفتاری کا استقبال کیا اور جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اطمینان و استقامت کے ساتھ اس وقت قید خانے میں ہیں خدا تعالیٰ وہ جوہر ہر مسلمان کو عطا کرے البتہ میں اپنے دل کی اس خلش کو دور نہیں کر سکتا کہ رفیقان راہ ایک ایک کر کے قید ہو رہے ہیں اور میں اب تک چھوڑ دیا گیا ہوں۔ عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعًا۔ اِنّہٗ ھُوَ العَلِیمُ الحَکِیم۔

ابو الکلام - ۲ر دسمبر، کلکتہ

(پیغام، کلکتہ ۲ر دسمبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۱۵)

مولانا ملیح آبادی مولانا آزاد کے علم و فضل کی وسعت، فکر و نظر کی بلندی، رائے کی اصابت، سیرت کی پختگی اور اخلاق کے محاسن کے قائل تو پہلے ہی تھے۔ جیل کی زندگی اور قید و بند کی حالت میں مولانا کے اطمینان و سکون، انشراحِ قلب، ذہن و فکر کی آسودگی، اوقات کے نظم و انضباط، معمولات کی ترتیب، ظرف کی بلندی، قلب کی کشادگی، طبیعت کی شگفتگی، ذوق کی لطافت، مطالعے کا شوق، عبادت کے شغف کو دیکھ کر ان کی عظمت کے اور بھی قائل ہو گئے۔ اگرچہ پچھلے دو سال سے ان کا قیام مولانا کے ساتھ ہی تھا لیکن گھر میں پھر بھی ایک پردہ اور تکلف حائل تھا جیل کی زندگی میں تو اگر کوئی شخص اپنی خوشی یا ناگواری، پسند یا ناپسند، اپنی کسی اچھائی یا برائی، کسی عادت یا خصلت کو چھپانا بھی چاہے تو یہ بات اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہو سکتی، سیرتوں کی آزمائش کی یہ بڑی کسوٹی ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اخلاق و سیرت کا کوئی کھوٹ چھپا نہیں رہ سکتا۔ وہ کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ مولانا کی زندگی ان کے لیے پہلے ایک کتابی یا نظری مطالعہ تھا۔ اس کی حیثیت محض سیرِ چمن یا سرسری جہاں سے گزرنے کی سی تھی لیکن اب ان کی سیرت کا حسن مشاہدے اور تجربے کے عمل سے گزر کر نمایاں ہوا تھا پہلے اگر ایمان بالغیب کے درجے میں یقین تھا تو اب عین الیقین کے درجے پر فائز تھے اور اس لیے ان کی گرویدگی میں بہت اضافہ ہو گیا تھا

نومبر ۱۹۲۱ء میں گرفتاری کے بعد انھیں دو سال کی قید ہوئی تھی لیکن وہ اس سے قبل ہی رہا کر دیے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تحریک خلافت کا زور کم پڑ چکا تھا۔ لیکن دوران میں حجاز کے مسئلے نے سر اٹھایا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں انگریزوں نے شریف حسین ابن علی سے بغاوت کرا کے اس کی آڑ میں حجاز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب حالات کچھ ایسے تھے کہ اس کے خلاف تحریک کا آغاز کیا جا سکتا تھا ابن سعود سلطان نجد نے اس کے خلاف اپنی تحریک کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ ضرورت تھی کہ ہندوستان سے اسے کم از کم اخلاقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدد پہنچائی جائے اور عالمی سطح پر اس تحریک کو پھیلایا جائے اور شریف حسین ابن علی نے عین مصیبت کے وقت ترکوں کی پیٹھ پر خنجر بھونکا تھا اور حجاز کو استعمار کے سپرد کرنے کی جو قبیح حرکت اس نے کی تھی، دنیا کو اس سے آگاہ کیا جائے چنانچہ یہ فیصلہ جیل ہی میں کر لیا گیا تھا کہ الجامعہ کے نام سے عربی کا ایک پرچہ جاری کیا جائے اس کی نگرانی مولانا آزاد کی، ادارت مولانا ملیح آبادی کی اور اخراجات کی ذمہ داری خلافت کمیٹی کی ہو۔ چنانچہ مولانا ملیح آبادی کے رہا ہوتے ہی پرچہ جاری کر دیا گیا۔ پہلا شمارہ یکم اپریل ۱۹۲۳ء کو نکلا تھا۔ الجامعہ تقریباً سوا برس (جون ۱۹۲۴ء تک) جاری رہا لیکن اس نے ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ یہ اسی کی تحریک کا نتیجہ تھا کہ انگریز بھی رفتہ رفتہ حسین کی حمایت سے پیچھے ہٹتے گئے اور ۱۹۲۵ء میں سلطان ابن سعود نے تحریک تطہیر حجاز کو کامیابی کے آخری مرحلے میں داخل کر دیا۔ الجامعہ کا ایک اور مقصد بھی تھا اس کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"الجامعہ عربی کا ایک ماہنامہ تھا جو کلکتہ سے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی ادارت میں مولانا ابوالکلام آزاد کی زیر نگرانی نکلتا تھا۔ رسالے کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی تحریک آزادی کے تمام ضروری حالات مصر و عرب اور دوسرے اسلامی ممالک تک پہنچائے جائیں اور اس طرح بین الملی روابط مستحکم کیے جائیں۔ یہ مقصد الجامعہ نے اعلیٰ پیمانے پر پورا کیا اگر کہا جائے کہ اس سے پیشتر یا اس کے بعد ویسا عربی اخبار ہندوستان و پاکستان سے کبھی جاری نہ ہوا تو یہ بالکل بجا ہوگا۔"

الجامعہ کے بند ہو جانے کے بعد مولانا آزاد نے "پیام" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا ایڈیٹر اس کے بھی مولانا ملیح آبادی تھے۔ ذکر آزاد میں انھوں نے تقریباً چھ صفحے (۳۰۸ تا ۳۱۳) پیام کے ذکر میں صرف کیے ہیں۔ لیکن تاریخ کے حوالے سے کوئی بات بھی گرفت میں نہیں آئی۔ نہ تو اس کے اجراء اور بندش کی تاریخ کا پتا چل سکا نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اس کا وقفہ اشاعت کیا تھا۔ سیاق و سباق سے اور مولانا آزاد کے بعض خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اجراء اور بندش کا واقعہ ۱۹۲۵ء کی آخری سہ ماہی کا ہے۔ مولانا ملیح آبادی نے لکھا ہے کہ اخبار مقبول ہوا لیکن بعض اسباب سے اخبار چل نہ سکا اور تھوڑے ہی دنوں بعد بند ہو گیا۔

علی جواد زیدی صاحب کے ایک مضمون سے پیام کے بارے میں ہماری معلومات میں یہ اضافہ ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ جب اخبار پیام نکلا تو اس پر ملا جان محمد پشاوری کا نام بصیغۂ ادارت درج ہونے لگا وہ بے چارے علم سے سراسر بے گانے تھے ۔ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا ۔ اصل میں ادارت تو خود مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کرتے تھے ۔ لیکن ملاّئے پشاوری کا نام اس لیے درج کر دیا کرتے تھے کہ ملیح آبادی کے نام سے اخبار و رسائل کی اجرائی کی اجازت ملنا ناممکن ہو گیا تھا (آزاد ہند ، کلکتہ ۔ ملیح آبادی نمبر ص)

زیدی صاحب کے اس بیان سے اخبار کی بندش کا سراغ لگایا جا سکتا ہے میرے خیال میں اس کی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ یہ دور تحریکِ خلافت اور ترک موالات کا دورِ ردعمل تھا ۔ کسی نئی تحریک و انقلاب کے قبول کے لیے قوم کے قوائے عمل تیار نہ تھے ۔ شدھی سنگھٹن اور تبلیغ و تنظیم کی تحریکات نے ذہنوں کو پراگندہ کر دیا تھا اور کسی مثبت ، سنجیدہ ، انقلابی ، فکری تحریک کے فروغ کے لیے حالات سازگار نہ تھے ۔ مولانا کی ہمت نے اخبار جاری تو کر دیا تھا لیکن حالات کی سنگینی نے اس کے تسلسل اور کامیابی کو ناممکن بنا دیا ۔ (باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۴۰ سے آگے

۸ ۔ "تذکار وفائیؔ" کے باب میں پانچ مضمون ہیں اور پانچوں ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کے ہیں ۔ اس باب میں اس کام کا جائزہ لیا گیا ہے جو اردو اور سندھی میں مولانا دین محمد وفائی کے بارے میں اب تک ہوا تھا ۔

اس مجموعے میں جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے تقریباً سوا سو صفحات مجموعے کے مرتب و مؤلف ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری کے قلم سے ہیں ۔ مصنف کی حیثیت سے اس مجموعے میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کا حصہ علمی و تحقیقی معیار اور موضوعات کے لحاظ سے بہت وقیع ہے نیز انھوں نے ایک یادگار مجموعہ مضامین کو بہت خوبی کے ساتھ مرتب کیا ہے ۔ اس کتاب میں مولانا وفائی کے بیٹے علی نواز وفائی کا صرف ایک مضمون ہے اور وہ اس کا "مقدمہ" ہے مقدمہ میں انھوں نے اپنے والدِ گرامی مرحوم و مغفور سے بہت والہانہ انداز میں اور عقیدت سے سرشار ہو کر تعلقِ فرزندی کا اظہار کیا ہے اور اس کتاب کے مضامین کی علمی حیثیت ، تحقیقی معیار ، جامعیت ، مضمون نگاروں کی کاوشوں اور مرتب کے کارنامہ حسن تالیف و تدوین کا اعتراف کیا ہے ۔

یہ کتاب نہ صرف علمی و تحقیقی حیثیت سے اور حسن تالیف و تدوین کے لحاظ سے ایک بلند پایہ پیش کش ہے بلکہ کمپیوٹر کی کتابت ، سفید کاغذ عمدہ اور جلد سازی کے پہلو سے بھی خوبصورت ہے کتاب کے اندر مولانا دین محمد وفائی کی تصویر ہے بلکہ کئی اور تاریخی تصاویر شامل ہیں ۔ کتاب کی جلد مولانا وفائی کی خوبصورت رنگین تصویر سے مزین ہے ۔

کتاب "مکتبہ شاہد ، علی گڑھ کالونی ، کراچی ۔ [illegible]" سے منگوائی جا سکتی ہے ۔

© rasailojaraid.com